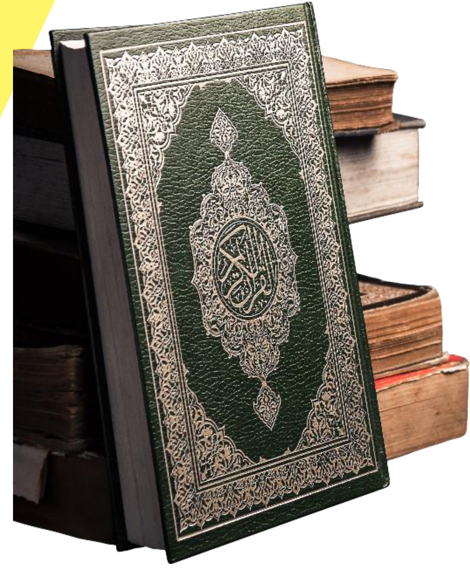
إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ

بیشک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے،

قرآن مجید
منزل بہ منزل



سید محمد باسط

سیرت ریسرچ سینٹر کلفٹن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام

علیٰ خاتم النبیین، وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب ہے، جس میں رائی کے ذرّے کے برابر بھی شک کی گنجائش نہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے مبارک قلب اطہر اسے نازل فرمایا، اور یہ انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ کی آخری کتاب ہے، یہ کتاب قیامت تک کے انسانوں کے لیے دستور حیات ہے ،اوراس پیغام الٰہی کے سب سے اولین مخاطب حضور ﷺ کے ذریعے سے صحابہ کرامؓ تھے جنہیں اللہ نے اس کتاب کے ذریعے بامِ عروج عطاء فرمایا،اور اگر آج بھی امت مسلمہ کو ترقی اور عروج چاہیے تو اسی کتاب کے ذریعے حاصل ہو گا،اس کی تعلیمات کو چھوڑ کر کبھی بھی ہم کامیاب نہیں ہوسکتے،لہٰذا قرآن کریم کو سمجھنا اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے،اور اسی طرح یہ بھی فرض ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن کی تعلیمات کا انکار،یا اس پر اعتراضات کرے تو اسے معقول جواب دیا جائے،اور فی زمانہ قرآن پر اعتراضات ،وحی کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہیں،لہٰذا ذیل میں اسی طرح کے جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

قرآن کریم کے معنی

قرآن "قَرَءَ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی قراءت کرنے (تلاوت) کے ہیں،چونکہ قرآن مجید کی سب سے زیادہ تلاوت کی جاتی ہے،اسے سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اس لئے اسے قرآن کہتے ہیں۔

قرآن کے لئے عربی زبان کا انتخاب ہی کیوں؟

اس کرّہ عرض پر بہت ساری زبانیں بولی جاتی ہیں، لیکن ان سب زبانوں میں کوئی زبان ایسی نہیں ہے جس میں اس قدر گہرائی اور گیرائی ہو،سوائے عربی زبان کے، کیوں کے جو بھی زبان ہے مثلاً انگریزی، فرانسیسی، جرمن ،سب زبانیں زمانوں کے بدلنے سے املا اور تلفظ میں تغیر اور تبدل کا شکار ہوتی رہی ہیں، آج سے پانچ سو سال پہلے متخصص شخص کے علاوہ کسی کو انگریزی زبان سمجھ میں نہیں آتی تھی،اس کے علاوہ مذکورہ زبانوں کے گرائمر کے اصولوں میں بھی بہت زیادہ تبدیلی آتی رہی ہے،اس کے برخلاف عربی زبان ایسی زبان ہے کہ ڈیڑھ صدی گزرنے

کے بعد بھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، آج بھی اس کا اِملا اور تلفظ بعینہ اسی طرح ہے جس طرح عہد نبوی ﷺ میں تھا، آج بھی جدید عربی بولنے والا شخص بڑی آسانی سے قرآن پڑھ سکتا ہے، اِسی جامعیت کے پیش نظر قرآن کے لئے عربی زبان کا انتخاب کیا گیا، اس کے علاوہ بھی عربی زبان کی بے پناہ خصوصیات ہیں۔

کلام اللہ کا مفہوم

خدا تعالی کی ذات تو ہر جگہ حاظر وناظر ہے، انسان نابینا ہونے کی وجہ سے اس ذات کو نہیں دیکھ سکتا، وگرنہ وہ تو ہر جگہ موجود ہے، اب جب انسان اس ذات کو نہیں دیکھ سکتا اور اس تک پہنچنا بھی چاہتا ہے، تو اس ذات نے خود ہی کرم فرمایا اور بندے کو اپنی آواز کے ذریعے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس کی رہنمائی کی، کیونکہ وہ اپنے بندے سے ماں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے۔

اور انسان ہے ہی کیا؟ صرف مادّہ، جس کے پاس حصولِ معلومات کے صرف پانچ حواس ہے، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں، تو پھر وہ اس مافوق الفطرت خدا کی بات کو کیسے سنے اور سمجھے؟ اس کا مسئلہ بھی اس نے خود ہی حل فرمادیا۔ اس نے انسانوں میں بلند تر اور پسندیدہ افراد کا انتخاب فرمایا اور اپنی آسمانی مخلوق (ملائکہ) سے ان کا تماس پیدا کیا، اور ان میں جو سب سے معزز اور بڑا فرشتہ جس کا نام جبرئیلؑ ہے، وہ اللہ کے کلام کو پیغمبر ﷺ پر نازل فرماتا، لیکن اس کلام میں اس فرشتے اور کسی انسان کی طرف سے کسی قسم کی کوئی آمیزش نہیں ہوتی تھی۔

وحی کا مفہوم

در حقیقت وحی اللہ تعالی کا اپنے بندے سے براہ راست رابطہ کرنے کا نام ہے، یعنی اگر خدا تعالی اپنے بندے تک اپنا پیغام پہنچاتا ہے تو وہ وحی کے ذریعے ہی ہوتا ہے، اور یہ وحی صرف وصرف اس کے کے چیدہ اور چنیدہ بندوں کے ساتھ ہی خاص ہے جنہیں انبیاء کرام کہا جاتا ہے، اگرچہ بعض اوقات لغوی معنی کے اعتبار سے اس خاص طریقے کے علاوہ دل میں کسی بات کے الہام اور القاء کرنے پر بھی اس کا اطلاق ہو جاتا ہے، لیکن یہ اس کا مجازی معنی ہے، اور اس الہام اور القاء کا تعلق صرف انبیاء کے ساتھ خاص نہیں ہیں، غیر نبی کے دل پر بھی الہام اور القاء ہو سکتا ہے، جیسے قرآن میں اللہ تعالی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، کہ ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ وہ اسے دودھ پلائے۔

وحی کے نزول کا طریقہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کا ایک مقرب فرشتہ جس کا نام جبرئیل امین ہے وہ اللہ کے پیغام کو باحفاظت اس کے پیغمبر تک پہنچاتا ہے، اور یہی فرشتہ ہر نبی کے پاس وحی لے کر جاتا رہا ہے۔

آپ ﷺ پر وحی کا آغاز

پیغمبر ﷺ پر وحی آغاز غار حرا کی خلوتوں سے ہوتا ہے، جب آپ مکہ کے مشرکانہ ماحول سے بیزار ہو کر غار حرا میں تشریف لے جاتے ہیں اور پھر ہفتوں اور مہینوں وہاں خاموشی اور یکسوئی سے اللہ رب العزت ذات کے بارے غور فکر فرماتے، اس دوران جب کبھی توشہ ختم ہو جاتا تو آپ ﷺ گھر واپس تشریف لے آتے اور چند دن قیام کر کے دوبارہ تشریف لے جاتے، اور کبھی کبھار خود حضرت خدیجہؓ آپ کے پاس کھانے کی کوئی چیز لے آتی تھی، یہ سلسلہ اعلان نبوت جاری رہا۔

وحی کی زبان

اللہ تعالی کی ذات زمان مکان اور جسمانی اعضاء سے پاک اور اپنی ذات وصفات میں قدیم ہے، وہ وراء الورا ذات حضرت انسان تک اپنا پیغام کیسے پہنچائے، چنانچہ تمام انبیاء کرام پر وحی کا نزول ہوتا رہا ہے، اور ان کی زبانیں باہم مختلف تھیں، کسی پیغمبر کی زبان سریانی تو کسی کی عبرانی، لیکن ہر نبی پر وحی اس کی مقامی زبان میں نازل ہوتی تھی، تاکہ امت کو سمجھنے میں کوئی دِقت پیش نا آئے۔

تو اگر ہم وحی کو آسان الفاظ میں سمجھنا چاہیں تو اس کی مثال تار میں موجود برقی رو کی سی ہے، اب آگے بلب جس رنگ کا ہو گا، اس سے روشنی بھی اُسی رنگ کی حاصل ہو گی، بالکل اسی طرح بلب جتنی قوت کا ہو گا اس سے روشنی بھی اسی مقدار سے نظر آئے گی،

سارے پیغمبر بلب کی طرح ہیں، ان بلبوں میں فی نفسہ کوئی روشنی نہیں جب تک کہ پیچھے تار میں برقی رو موجود ناہو اور برقی رو سے مراد وحی الٰہی ہے اور پیغمبر کی حیثیت اور شخصی درجہ اس بلب کی قوت ہے، اسی لئے انبیاء کرام کے مراتب اور درجات میں فرق کو خود قرآن نے بیان کیا ہے۔

وحی کے نزول کی کیفیت

اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں، اگر ہم اس قرآن کریم کو پہاڑوں پر نازل فرماتے تو پہاڑ اس کے رعب وجلال سے ریزہ ریزہ ہو جاتے، اسی بات سے آپ اندازہ کریں کے اس صدرِ منیر کی کیا عظمت ہو گی جس پر براہ راست اس قرآن کا نزول ہوا، متعدد احادیث مبارکہ میں نزول وحی کی کیفیت کو خود آپ ﷺ اور مختلف صحابہ وعینی شاہدین نے بیان کیا ہے جس کا ماحصل ذیل میں مذکور ہے

وحی کا آغاز آپ ﷺ پر سچے خوابوں کے ذریعے سے ہوتا ہے، آپ رات کو کوئی خواب میں دیکھتے تھے صبح وہ خواب روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی،

آپ ﷺ کو نزول وحی کے وقت حضرت جبرئیل امین کبھی اپنی اصلی شکل اور کبھی انسانی شکل میں دکھائی دیتے، اور کبھی آپ ﷺ کو ایسی آواز سنائی دیتی ہے جو گھنٹی کے مشابہ جسے حدیث میں صلصلۃ الجرس سے تعبیر کیا گیا ہے،

اور بعض مرتبہ حضرت جبرئیل امین آپ ﷺ کے دل پر کوئی بات القا کر دیتے، اس سے آپ کا شرح صدر ہو جاتا تھا، اور پھر اسے آپ ﷺ اپنے الفاظ میں بیان فرماتے دیتے تھے اسے وحی" غیر متلو "یعنی حدیث مبارکہ کہا جاتا ہے، لیکن عام آدمی کے دل پر القاء ہونے والی بات کو وحی نہیں کہا جائے گا، اور اس کی ثقاہت اس درجہ کی ہو گی،

حضرت عائشہؓ فرماتے تی ہیں کہ آپ ﷺ پر جب وحی کا نزول ہوتا اس وقت سخت سردی کے موسم میں بھی آپ کو پسینہ آجاتا، آپ پر خاموشی طاری ہو جاتی، صحابہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اندازہ ہو جاتا کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے، اور آپ اگر کسی سواری پر سوار ہوتے تو وہ جانور بوجھ کی شدت کی وجہ سے بیٹھ جاتا، یا پھر اس کی ٹانگیں اکڑ جاتیں اور خوف ہوتا کہ وہ چیخ جائیں گی۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوا اس حالت میں کہ آپ ﷺ کی ران مبارک میری ٹانگ کے اوپر تھی، جیسے ہی وحی کا نزول شروع ہوا، آپ ﷺ کی ران مبارک اس قدر وزنی ہو گئی قریب تھا کہ وہ ٹوٹ جائے، اور میں درد کی وجہ سے چیخ پڑوں گا۔

نزول قرآن کی مدت

قرآن مجید تیئس سال کے طویل عرصے میں نازل ہوا، جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا یا کسی معاملے میں رہنمائی

کی ضرورت درکار ہوتی تھی، اللہ تعالی موقع بموقع وحی نازل فرماتے تھے، اس سے قرآن مجید کو یاد رکھنے اور سمجھنے میں بھی بہت معاونت حاصل ہوتی تھی۔

وحی کی ضرورت

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالی نے اسے اس کائنات میں امتحان کے لئے بھیجا ہے، اور انسان پر کچھ فرائض عائد کر کے اِس پوری کائنات کو اس کی خدمت پر لگا دیا ہے، لہذا اِس دنیا میں آنے کے بعد انسان کے لئے دو کام ناگزیر ہیں، ایک یہ کہ وہ اس کائنات کو ٹھیک ٹھیک استعمال کرے، اور دوسرا اس کے استعمال کے وقت اللہ تعالی کی مرضی کو مد نظر رکھے، کوئی کام بھی اللہ کی منشاء کے بر خلاف نا ہو، اب خدا تعالی کی منشا اور مرضی معلوم کرنا انسان پر لازم اور ضروری ہے۔

ان دونوں کاموں کے لئے انسان کو علم کی ضرورت ہے، کیونکہ جب تک انسان کو اس کائنات کی حقیقت اور اس کے خواص کا علم نہیں ہو گا، اور یہ کہ اس کائنات سے کس طرح فائدہ اٹھانا ہے !تب تک وہ اس کائنات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اسی طرح جب تک انسان کو اپنے خالق کی مرضی اور پسند، ناپسند کا علم نہیں ہو گا تب تک وہ اس کے حکموں پر کاربند نہیں رہ سکتا۔

اس حصول علم کے تین ذریعے ہیں، جس میں سے سب سے پہلا ذریعہ جس سے انسان کو علم حاصل کرتا ہے وہ ہیں اس کے حواس خمسہ ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ، بہت ساری چیزوں کا علم انسان کو محض انہی حواس سے ہو سکتا ہیں مثلا میں کہوں کہ میرے سامنے زید بیٹھا ہے اور اس کی رنگت گوری، آنکھیں نیلی، ہونٹ پتلے اور چہرا کتابی ہے، اب ان تمام باتوں کا علم صرف و صرف آنکھ سے ہی ہو سکتا ہے جو کے حواس خمسہ کا حصہ ہے لیکن نری عقل سے اس کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

اور کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ جہاں حواس کی حد ختم ہو جاتی ہے تو وہاں پھر عقل انسان کے لئے ذریعہ علم بنتی ہے، مثلا زید اگر میرے سامنے بیٹھا ہے اور اس کے متعلق مجھے یہ معلوم ہے کہ اس کی ماں ضرور ہے نیز یہ بھی علم ہے کہ اسے کسی نے پیدا کیا ہے، اب یہاں نا اس کی ماں میرے سامنے موجود ہے اور نا میں نے اس کے پیدا کرنے والے کو دیکھا ہے، لیکن میری عقل بتاتی ہے کے ضرور اس کو کسی نے پیدا کیا ہے، یہ خود بخود پیدا نہیں کیا ہو گیا، اور یہ علم میں عقل کے علاوہ محض حواس سے سے حاصل نہیں کر سکتا۔

اور عقل بھی غیر محدود ذریعہ علم نہیں ہے، بلکے عقل بھی ایک مقام پر آکر رہنمائی سے عاجز آجاتی ہے، مثلا عقل نے یہ تو بتادیا کہ زید خود بخود پیدا نہیں ہوا، اُسے ضرور کسی نے پیدا کیا ہے، لیکن عقل یہ نہیں بتاتی کہ زید کو کس نے اور کیوں پیدا کیا ہے، اور اس کے ذمہ کیا فرائض لازم ہیں، اور جس نے پیدا کیا اس کی پسند اور ناپسند کیا ہے، اب ان تمام باتوں کا جواب دینے سے عقل انسانی عاجز ہے، ان باتوں کا علم صرف و صرف وحی الٰہی سے ہو سکتا ہے، اگر تمام دنیا کے عقلاء ساری زندگی عقل کے گھوڑے دوڑائیں، تب بھی وہ ان باتوں کا جواب بجز وحی الٰہی کے نہیں دے سکتے۔

لہٰذا وحی الٰہی انسان کی اولین ضرورت ہے، جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر زیادہ کیوں؟

عام طور پر قرآن کریم کے طالب علم کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ، قرآن مجید تو ایک منزّل من اللہ کتاب ہے، لیکن اُسے سمجھنے کے لئے عہد نبوی سے لے کر آج تک اس کے اتنے زیادہ تراجم اور تفاسیر کیوں لکھے گئے اور لکھے جارہے ہیں؟

اس کا اصل جواب تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی مثال ایک ایسے بحر بے کراں کی سی ہے، جس کی گہرائی اور کناروں کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، جس شخص نے بھی اس سمندر میں غوطہ لگایا اور اس پر اللہ کا فضل ہوا، تو اس نے اس میں سے ایسے جواہرات علمیہ دریافت کئے جس سے طالبان قرآن کو قرآن فہمی میں مدد ملی اور اس کے ساتھ نت نئ جہات کا علم ہوا۔

جس نے بھی قرآن کی خدمت کی خواہ وہ ترجمہ یا تفسیر کی صورت میں، اس نے اپنے کام میں ایسی جہت کا انتخاب فرمایا جس نے اس کے کام کو دوسروں سے منفرد اور ممتاز کر دیا،

اور پھر قرآن کریم اللہ رب العزت کی اتنی عظیم الشان کتاب ہے کہ ہر شخص اس کی خدمت کو اپنے لئے فخر اور سعادت کے ساتھ ذخیرہ آخرت سمجھتا ہے۔

اور قرآن فہمی کے لئے اِن تراجم اور تفاسیر کا انکار نہیں کیا جاسکتا، حتٰی کی عرب معاشرہ جن کی مادری زبان عربی ہی تھی انہیں بھی قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے تفاسیر کی ضروت رہی ہے، اس لئے سب سے پہلے اور سب سے

زیادہ جس زبان میں تفاسیر لکھی گئی وہ عربی زبان ہی ہے ،لہذا یہ تراجم اور تفاسیر قرآن فہمی کے لئے ممد داور معاون ہے۔